ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

یورپ اور امریکی معاشرے کو متعصب بنانے کی منصوبہ بندی

سال گزشتہ ۲۰۰۴ء کے اواخر میں امریکہ کی ایک معروف جامعہ کارنیل یونیورسٹی نے ایک سروے کا بندوبست کیا۔ اس سروے کے نتائج کے مطابق 47% امریکن ووٹرز امریکہ میں مقیم مسلمانوں کی آزادی محدود کرنے، مساجد اور اسلامک سینٹرز پر کڑی نگرانی کرنے کی تجاویز کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ محض ایک سروے، تحقیق، یا رپورٹ نہیں بلکہ یہ ایک سوچ اور فکر کی غمازی کرتی ہے۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد سے یورپ اور امریکہ کے میڈیا کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ایک مخصوص طرز فکر اور ایک مخصوص طبقے کے لوگ یورپ اور امریکہ کے معاشرے کو فاشسٹ اور متعصب بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کا سرخیل میڈیا اور ذرائع ابلاغ ہیں۔ تنظیمات اور تھنک ٹینک اسکرپٹ لکھتے ہیں میڈیا تبلیغ کرتا ہے اور سامعین، ناظرین اور قارئین بالآخر اس تبلیغ کے اثرات قبول کر کے حکومت کی باگ ڈور ان ہی مبلغین کو سونپ کر اپنے فرائض ادا کر دیتے ہیں۔

کارنیل یونیورسٹی کی جانب سے کی جانے والی اس سروے (ریسرچ) کے مطابق مسلمانوں کی آزادی سلب کرنے کے حامیوں کی اکثریت ایسے افراد پر مشتمل تھی جو ری پبلکن پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے آپ کو مذہب سے زیادہ قریب سمجھتے ہیں اس سروے کا ایک چونکا دینے والا پہلو یہ بھی ہے کہ ایسے افراد جو اپنا زیادہ وقت ٹی وی دیکھنے میں گزارتے ہیں جن کی اکثریت امریکی مسلمانوں کے شہری حقوق غصب وسلب کرنے کے حق میں ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ کارنیل یونیورسٹی کے سروے کے نتائج یورپ میں اسی موضوع پر ہونے والی ایک اور ریسرچ رپورٹ کے تقریباً ساتھ ساتھ ہی منظر عام پر آئے۔ یہ ریسرچ ایک جرمن انسٹیٹیوٹ اور وال اسٹریٹ جرنل (نیویارک) نے مل کر مکمل کی ہے۔

اس ریسرچ میں یہ بتایا گیا ہے کہ مغربی یورپ کے تقریباً تمام ممالک میں مسلمان مخالف جذبات شدت سے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً سویڈن کے عوام پورے یورپ میں مسلمانوں سے سب سے زیادہ متنفر نظر آتے ہیں۔ جہاں 75% عوام مسلمانوں سے متنفر ہیں۔ ہالینڈ جس کا شمار یورپ کے انتہائی روادار اور غیر متعصب ممالک میں ہوتا ہے، وہاں ملک کی 72% آبادی کے جذبات مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ جب کہ ڈنمارک میں مسلمانوں کے خلاف

جذبات رکھنے والے آبادی کا 67% ہیں جبکہ برطانیہ وہ واحد ملک ہے جسے نسبتاً مسلم دوست سمجھا جاسکتا ہے وہاں عوام کی 39% آبادی مسلم مخالف جذبات رکھتی ہے۔

یورپی یونین کے پچیس ممالک میں تیرہ ملین سے زائد مسلمان بستے ہیں۔ جیسا کہ ابتداً ذکر کیا گیا ان ریسرچ سروے اور ان کے نتائج کا ۲۰۰۴ء کے اواخر میں آنا انتہائی تشویش ناک اور معنی خیز ہے۔ اور مغربی میڈیا کی تاریخ اور مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے ان رپورٹس کو بجاطور پر شک کی نگاہ سے بھی دیکھا جاسکتا ہے اور اسے عالم اسلام خصوصاً یورپ و امریکہ میں بسنے والے دو کروڑ سے زائد مسلمانوں کے لئے کسی نئے طوفان کا پیش خیمہ بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ مغربی دنیا کے جنگ جوؤں کے ہراول دستہ میں میڈیا ہمیشہ بڑے فخر کے ساتھ صفِ اول میں شامل رہا ہے۔ پھر سوچنے کا اہم نکتہ یہ ہے کہ آخر مسلم مخالف جذبات پر ہی تحقیق کیوں؟ دنیا بھر میں امریکی پالیسی کے خلاف پائے جانے والے جذبات پر تحقیق کیوں نہیں کی گئی؟ اس پر سروے کیوں نہیں کروایا گیا۔ اس پر ریسرچ رپورٹ کیوں نہیں بنائی گئی؟

آخر ایک ہی موضوع پر ایک ہی وقت میں یورپ اور امریکہ میں ایسی ریسرچ اور سروے کا مقصد صرف اور صرف ایک ہی ہے کہ مسلمانوں کے خلاف نفرت کو مستند بنایا جائے۔

اگر یہ تازہ ترین ریسرچ، سروے اور رپورٹس امریکہ اور یورپ میں بسنے والے مسلمانوں کے مستقبل کے سامنے سوالیہ نشان لگا رہی ہیں وہیں یہ رپورٹس ان مسلمانوں کو زیادہ فعال اور متحد بھی کر رہی ہیں۔ اور یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کو جو مسائل اور چیلنجز درپیش ہیں اور ان مسلمانوں پر آنے والے مشکل حالات، شاید کسی کو بھی پسند نہیں۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خطوں میں رہنے والے مسلمانوں سے کچھ کام لینا چاہتا ہے کیونکہ مسلمان کا یہ شیوہ ہے کہ وہ مشکل ترین اور بدترین حالات میں بھی بڑے بڑے کام کرتا ہے، ہوسکتا ہے کہ ان مشکل ترین حالات کے نتیجہ میں امریکہ اور یورپ کے مسلمان سیاسی اور سماجی طور پر اتنے مضبوط اور موثر ہوجائیں کہ ان ممالک کی پالیسیوں پر اثر انداز ہوں۔ اگرچہ یہ انتہائی مثبت سوچ ہے اور آج کی تاریخ میں خواب سا معلوم دیتی ہے تاہم ایسا ہونا ناممکن نہیں۔ وما النصر الا من عند الله العزيز الحكيم۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ دیجئے

ای میل ایڈریس : editor_alhaq@yahoo.com